⊙ ڈاکٹر سمیرا اکبر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

⊙⊙ ڈاکٹر عبدالعزیز ملک

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

# نوآبادیاتی ہندوستان میں تانیثیتی ڈسکورس کے بنیاد گزار
# مولوی ممتاز علی اور شیخ محمد عبداللہ

**Abstract:**

Moulvi Mumtaz Ali and Sheikh Abdullah are the originator of feminist's discourse in colonial Hindustan. Both personalities are advocating women rights in India. They brought women's journals for their education. Molvi Mumtaz Ali launched journal "Tahzeeb-i-Niswan" in 1898 and Sheikh Muhammad Abdullah launched monthly journal "Khatoon" from Aligarh. Both wrote book and articles with the theme of gender equality. Both are advocating equal rights for women. For this purpose Molvi Mumtaz Ali wrote a book "Haqooq-i-Niswan" and Sheikh Muhmmad Abdullah wrote a book " Islam main aurat ka darja" (Status of women in Islam).

**Keywords:**

Feminist, Colonial, India, Molvi Mumtaz Ali, Sheikh Muhammad Abdullah, Women rights, Tehzeeb-i-Niswan, Feminism

نوآبادیاتی ہندوستان میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے کئی مسلمان مفکرین (سرسید احمد خان، الطاف حسین حالی، ڈپٹی نذیر احمد، علامہ شبلی نعمانی وغیرہ) مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ ان مفکرین نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور اخلاق و عادات کو سنوارنے کے لیے متعدد کاوشیں کیں۔ ان مصلحین کے عصر میں دو ایسی شخصیات بھی نظر آتی ہیں جن کی ساری زندگی خواتین کی تعلیم و تربیت اور معاشرے میں ان کے مقام کو بلند کرنے کے لیے وقف رہی۔ ان کے نام مولوی ممتاز علی اور شیخ محمد عبداللہ ہیں۔ دونوں نے خواتین کی علمی و ادبی تربیت کے لیے ادبی جرائد ''تہذیب النسواں'' (۱۸۹۸ء) اور ''خاتون'' (۱۹۰۴ء) جاری کیے۔ دونوں نے معاشرے میں خواتین کے مقام و مرتبے کو اسلامی نقطہ نظر سے ثابت کرنے کے لیے کتب لکھی۔ ان میں مولوی ممتاز علی کی کتاب ''حقوق نسواں'' اور شیخ محمد عبداللہ کی تصنیف ''اسلام میں عورت کا

درجہ'' شامل ہے۔ ہزار طعن و تشنیع کے باوجود دونوں نے تعلیم نسواں اور حقوق نسواں کے لیے عملی اقدامات بھی کیے۔

مولوی ممتاز علی کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ابتدائی فیمنسٹوں میں ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ان کی کتاب ''حقوقِ نسواں'' غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں انہوں نے خواتین کے حقوق کے متعلق مذہب کے نام پر پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں رفع کرنے کی کوشش کی۔ مولوی صاحب اُس کتاب کا مسودہ لے کر سرسید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سرسید اس مسودے کو جستہ جستہ مقامات سے دیکھنے لگے لیکن مولوی صاحب نے دیکھا کہ سرسید کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا ہے۔ آخر سرسید نے اِس مسودے کو چاک کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا اور کہا ''ممتاز علی! ہماری حکومت چھن گئی، ہماری تہذیب مٹ گئی۔ اب کیا ہماری عورتیں بھی ہمارے قبضے سے نکل جائیں گی؟'' مولوی صاحب نے بہتیرا کہا کہ میں نے اِس کتاب کی تحریر میں شریعتِ مقدسہ سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا لیکن سرسید کا مزاج رو بہ راہ نہ ہوا اور مولوی صاحب ناچار اپنے مسودے کے ٹکڑے ردی کی ٹوکری سے اُٹھا کر چلے آئے (۱)۔ یہ کتاب پانچ حصوں میں منقسم ہے:

۱۔ عورات (عورتیں) اور ان پر مردوں کی جھوٹی فضیلت　　۲۔ عورتوں کی تعلیم

۳۔ پردہ　　۴۔ طریق ازدواج　　۵۔ معاشرت زوجین

کتاب کے حصہ اول میں اس توہم پرستی کے خلاف دلائل دیئے گئے ہیں جس کی رو کی مردوں کو عورتوں سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ اس فضیلت کا سبب جسمانی طاقت، قوی ذہنی اور سلطنت یا اقتدار کے حق دار ہونے کی وجہ مردوں کو عورتوں سے برتر سمجھا جانے کا ایک عموی معاشرتی رویہ ہے۔ وہ مردوں کی خواتین پر جسمانی فضیلت کے متعلق بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بجائے عورتوں اور مردوں میں مقابلہ کرنے کے یہی دلیل اگر مردوں اور چوپایوں میں مقابلہ کرنے کے لیے یوں قائم کی جائے کہ چونکہ چوپایوں کو خدا نے مردوں سے زیادہ طاقت جسمانی بخشی ہے اس لیے ان کو مردوں پر فوقیت وفضیلت حاصل ہے تو اس استدلال کو بھی لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا.....لیکن اگر اس سے کہ گدھے میں ایسا بھاری بورا اٹھانے کی طاقت ہے جو مرد نہیں اٹھا سکتا گدھے کی فضیلت ثابت نہیں کرتا تو مرد بھی اس امر سے اپنی فضیلت ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ عورتوں کی نسبت اعمال شاقہ کے برداشت کرنے کی زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔'' (۲)

اس ضمن میں وہ تاریخ اسلام سے بھی مثالیں دیتے ہیں جہاں عورتوں کو مردوں پر فوقیت اور سبقت حاصل تھی۔ ان خواتین میں حضرت بی بی آمنہؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ شامل ہیں۔ تاریخ اسلام کے بعد تاریخ ہندوستان سے بھی ایسی خواتین کی مثال دیتے ہیں جو ذہانت و طاقت میں کسی طرح مردوں سے کم نہیں۔ اسی طرح ملکہ برطانیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اس زمانہ پر غور کرنی چاہیے کہ جناب ملکہ معظّمہ قیصر ہند کس خوبی و حسنِ انتظام اور امن وامان کے ساتھ ساتھ کشور کشائی اور دادِ گستری دے رہی ہیں، کیا اب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ سلطنت مردوں ہی کا حق ہے؟'' (۳)

''حقوقِ نسواں'' کے دوسرے حصے میں پردے کے ذیل میں گفتگو کی گئی ہے۔ ہمارے معاشرے میں پردہ ایک حساس موضوع رہا ہے۔ مولوی ممتاز علی قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی پردے کی وضاحت کی۔ ان کے مطابق پردہ حیا انسانی پر مبنی ہے جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ضروری ہے۔ وہ اس ضمن میں حضرت محمدؐ کی حیات مبارکہ سے کئی واقعات اور احادیث دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ وہ ہندوستان میں پردے کے نام پر خواتین کی عمر قید کی سخت مذمت کرتے ہیں اور اسے خواتین کی جسمانی، سماجی، تہذیبی پستی کے ساتھ ساتھ تعلیم نسواں کی راہ میں ایک حائل ایک بڑی رکاوٹ قرار دیتے ہیں:

> ''شرع نے جو پردہ تجویز کیا وہ حیا انسانی پر مبنی ہے اور وہ اس قسم کا ظاہری پردہ ہے جس میں کوئی امر معیوب چھپا رہ نہیں سکتا۔ پردہ خلاف شرع میں ڈولیوں اور چار دیواری کی آڑ کے ذریعہ سے ایسی بدکرداریاں وقوع میں آسکتی ہیں جن کا کوئی علاج نہیں......خلاف شرع پردہ سے لڑکیوں کی تعلیم کو بھی سخت نقصان پہنچتا ہے۔''(۴)

خواتین کی تعلیم کی فرضیت کے بارے میں شیخ عبداللہ اپنے مختصر رسالے ''اسلام میں عورت کا رجہ'' میں لکھتے ہیں:

> ''عورتوں کو تعلیم دلانا بالکل لازمی ہے۔ اس میں مرد اور عورت کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ رسول پاک نے حکم دیا کہ فرض کیا گیا علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر۔ لیکن مسلمانوں نے یہ غضب کیا کہ ارشاد مبارک کو مطلق کوئی اہمیت نہ دی لڑکوں کو تو تعلیم دیتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر کمائیں گے لیکن لڑکیوں کی تعلیم کی طرف پوری غفلت کرتے ہیں۔''(۵)

اس طرح کچھ لوگ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کو مختلف خیال کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ خواتین کو صرف دینی یا امور خانہ داری کی تعلیم دی جانی چاہیے، سائنس، ریاضی، منطق، انجینئرنگ وغیرہ کی تعلیم لڑکیوں کو نہیں دینی چاہیے یا اس طرح کی پیشہ وارانہ تعلیم لڑکیوں کے لیے مفید نہیں۔ دوسرے الفاظ میں خواتین کو صرف دینی تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے دنیاوی تعلیم پر ان کا کوئی استحقاق نہیں۔ اس کے جواب میں شیخ محمد عبداللہ لکھتے ہیں:

> ''خدا ایسے دوستوں کو عقل دے اور سمجھ بوجھ سے ان کا دماغ روشن کرے کہ وہ اپنے تاریک خیالات کو مذہبی احکام کے رستہ میں حاصل کرنے سے باز آجائیں حدیث شریف (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے) میں کوئی ابہام نہیں ہے اس میں عورتوں کی تعلیم کے ساتھ کوئی شرط نہیں لگائی گئی جو ارشاد مبارک مردوں کی تعلیم کے بارے میں زبان پاک سے نکلا وہی ارشاد اور انہی الفاظ میں عورتوں کے بارے میں فرمان صادر ہوا۔ یہ کہاں کی صداقت ہے کہ عورتوں کے بارے میں اپنے پاس سے ایک حجت دل سے گھڑ کر اضافہ کی جاوے۔''(۶)

شیخ محمد عبداللہ کا کہنا ہے کہ انگریزوں نے ہندوستان کی خواتین کی تعلیم پر اس لیے توجہ نہیں دی کیونکہ وہ ہندوستانی لوگوں کو رسوم و رواج کا پابند سمجھتے ہیں۔ وہ پردے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ تعلیم نسواں کا بندوبست کر کے ہم ہندوستانی لوگوں کے رسوم و رواج میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے نیز وہ خواتین کی تعلیم کے حق میں درج ذیل دلائل دیتے ہیں:

ا۔ ماں بچے کی پہلی درسگاہ ہے۔ آدم زاد کو انسان بنانے کا فرض ماں ہی کے ہاتھ میں ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ جس

قدر ماں روشن خیال اور تعلیم یافتہ ہو گی اسی قدر اپنے بچوں کو انسانیت کا درجہ حاصل کرنے میں مدد دے سکے گی۔

۲۔ تعلیم نسواں کے مخالفین فی الواقع خدا اور رسول کے حکم کی تائید نہیں کرتے نہ اس مقصد سے واقف ہیں جس کے لیے مذہب نے اور دنیا کے بڑے بڑے عالموں نے بچوں کے لیے تعلیم دلانے کی تاکید کی ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کے مخالفین اپنے تجربے اور مشاہدے کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھاتے۔ یہ طرز انسانوں کا نہیں حیوانوں کا ہے(۷)۔

مولوی ممتاز علی اور شیخ محمد عبداللہ دونوں تعلیم نسواں کے ساتھ ساتھ حقوق نسواں اور معاشرے میں خواتین کے یکساں مقام کے زبردست حامی ہیں۔ مولوی ممتاز علی ''حقوق نسواں'' میں نکاح کے ذیل میں خواتین کے ازدواجی حقوق کی بابت گفتگو کرتے ہیں۔ صغرسنی کی شادی جو ہندوستان میں عام ہے کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں شرعی لحاظ سے دیکھا جائے تو نکاح ایجاب وقبول ہے جس کے لیے دونوں فریقین کا بالغ ہونا ازحد ضروری ہے۔ وہ چھوٹی عمر میں شادی کے نقصانات پر مفصل گفتگو کرتے ہیں۔ وہ خوشگوار ازدواجی زندگی کو خوشگوار معاشرے کے لیے شرط قرار دیتے ہیں۔ نکاح کی مناسب عمر کے ساتھ ساتھ وہ حق مہر اور خواتین کو وراثت میں حصہ دینے کی بھی ترغیب دیتے ہیں۔

شیخ محمد عبداللہ بھی خواتین کو وراثت میں حصہ نہ دینے کی ہندوستانی روایت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دوسرے مذاہب جیسے یہودیت، عیسائیت اور ہندومت کی نسبت اسلام نے عورت میں معاشرے میں عزت کا درجہ اور مساوی حقوق دیئے۔ اس ضمن میں وہ مزید لکھتے ہیں:

> ''یورپ اور امریکہ وغیرہ نے عیسائیوں نے اسلام کی تقلید کی اور عورت کو جائیداد میں مساوات کے حقوق دیئے۔ لیکن ہندو سوسائٹی اب تک اپنے پراچین قوانین رسم ورواج پر سختی کے ساتھ جمی بیٹھی ہے اور آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتی۔ مجھے اس موقع پر ایک معاملہ میں رنج کا اظہار بھی کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے بعض فرقوں اور بعض صوبوں میں عورت کی حق تلفی کا وہی وطیرہ اختیار کیا ہے جو سوسائٹی میں ہزار ہا سال سے چلا آتا ہے۔ میری غرض اس وقت مغربی پنجاب، بلوچستان، سندھ اور سرحد کے مسلمانوں سے ہے جو عورت کو ورثہ نہیں دیتے۔''(۸)

مولوی ممتاز علی نے خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک ہفت روزہ رسالہ ''تہذیب نسواں'' ۱۸۹۸ء میں لاہور سے جاری کیا۔ اس رسالے کا نام سرسید احمد خان نے تجویز کیا۔ اس اخبار کی اولین مدیرہ مولوی ممتاز علی کی اہلیہ محمدی بیگم (۹) تھی اور آخری مدیر امتیاز علی تاج (۱۰) تھے۔ رسالے کی صفحات کی تعداد ابتدا میں آٹھ تھی، پھر بارہ ہوئی بعدازاں سولہ اور پھر چالیس ہو گئی (۱۱)۔

شیخ محمد عبداللہ نے خواتین کے علمی وادبی ذوق کی تربیت وآبیاری کے لیے ایک ماہانہ رسالہ ''خاتون'' ۱۹۰۴ء میں علی گڑھ سے جاری کیا۔ اس رسالے کے اجرا کا ذکر کرتے ہوئے شیخ عبداللہ لکھتے ہیں:

> ''اب سال ۱۹۰۴ء شروع ہوا۔ یہ سال تعلیم نسواں کی تحریک کے لیے نہایت مبارک سال تھا۔ اس سال میں تین بہت ہی اہم کام ہوئے۔ سب سے پہلا کام یہ ہوا کہ ایک ماہواری رسالہ ''خاتون'' میں نے علی گڑھ میں اپنی ایڈیٹری میں جاری کیا۔ عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ بہت وسیع تھا اور میرے

ہاتھ میں کوئی اخبار نہیں تھا جس میں اس کی اشاعت کرسکوں۔"(۱۲)

رسالہ "خاتون" کے ہر شمارے کے صفحہ اول پر رسالے کے اجرا کا مقصد کچھ یوں درج ہے:

"اس رسالے کا صرف ایک ہی مقصد ہے یعنی مستورات میں تعلیم پھیلانا اور پڑھی لکھی مستورات میں علمی مذاق پیدا کرنا۔"(۱۳)

یہ رسالہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا اور رسالے کی آمدنی غریب اور یتیم لڑکیوں کے وظائف تعلیم اور خواتین اساتذہ کی خدمت ہوتا تھا۔ یہ رسالہ ۱۹۱۴ء تک نکلتا رہا۔ شیخ محمد عبداللہ نے تعلیم نسواں سے متعلق اپنے خیالات کی وجہ سے بہت مخالفتیں سہیں لیکن تعلیم نسواں کے لیے ہمہ دم متحریک رہے ان کی کاوشوں سے دسمبر ۱۹۰۵ء میں پہلی لیڈیز کانفرنس کا انعقاد بھی ہوا۔ اور انہی کے مساعی جمیلہ سے ۱۹۰۷ء میں علی گڑھ میں لڑکیوں کا پہلا سکول قائم ہوا۔ انہوں نے علی گڑھ میں نواب سلطان جہاں بیگم فرمانروائے ریاست بھوپال اور عطیہ فیضی کی مدد سے علی گڑھ میں زنانہ دستکاری نمائش کا اہتمام کیا۔ ان کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ان روشن خیال لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی بیٹیوں سے اعلی تعلیم سے آراستہ کیا۔ بیگم عبداللہ اور ان کے خاندان کی دوسری خواتین نے تعلیم کے پیشے کو اپنایا اور زنانہ بورڈنگ ہاؤس میں رہائش اختیار کر کے دور دراز کی طالبات کے لیے جدید تعلیم کی راہ ہموار کی۔

شیخ عبداللہ کی اولاد چھ بیٹیوں اور دو بیٹوں پر مشتمل ہے۔ سب سے بڑی بیٹی شوکت جہاں کا انتقال دو برس کی عمر میں ہو گیا۔ دوسری بیٹی رشید جہاں بیگم ہیں۔ جنہوں نے لیڈی ہارڈنگ کالج دہلی سے ایم بی ایس کی ڈگری حاصل کی اور برصغیر کی نامور مسیحا بنی۔ ڈاکٹر رشید جہاں اردو ادب کی نامور فکشن رائٹر بھی ہیں جو ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھی۔ ان کی تحریریں نسائی فکشن میں تانیثی حسیت کے حوالے سے نہایت اہم ہیں۔ شیخ عبداللہ نے اپنی ایک بیٹی خاتون جہاں بیگم کو اعلی تعلیم کے لیے لندن کی لیڈس یونیورسٹی بھیجا، جو وطن واپس آکر مسلم گریس کالج علی گڑھ میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئیں۔ ان کی ایک بیٹی ممتاز جہاں بیگم نے لکھنو یونیورسٹی سے ایم اے کیا اور مسلم گریس کالج علی گڑھ میں لیکچرار تعینات ہوئیں۔ اعلی تعلیم کے لیے برسٹل یونیورسٹی، انگلینڈ گئیں بعد ازاں مسلم یونیورسٹی ویمنس کالج میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئیں۔ اسی طرح شیخ عبداللہ کی باقی دو بیٹیوں خورشید جہاں اور برجیس جہاں نے بھی ایم اے تک تعلیم حاصل کی (۱۴)۔

اسی طرح مولوی ممتاز علی کی ساری زندگی حقوق نسواں کی جدوجہد میں گزری۔ ۱۸۹۶ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبہ نسواں کے پہلے آنریری سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اسی دوران انہوں نے خواتین کی کسمپرسی کے تدارک اور اپنے نظریات کی اشاعت کے لیے مطبع رفاہ عام اور مطبع دارالاشاعت کے نام سے علمی و ادبی ادارے قائم کیے۔ مولوی ممتاز علی لکھتے ہیں:

"بچپن سے میری تربیت کچھ ایسے حالات میں ہوئی اور اپنے خاندان میں ایسے واقعات پے در پے پیش آئے کہ اس زمانے ہی سے مجھے مظلوم مستورات کے ساتھ ہمدردی ہو گئی اور عمر و تعلیم کے ساتھ ساتھ میرے دل کا یہ جذبہ بھی قوت پکڑتا گیا۔"(۱۵)

۱۸۹۷ء میں ان کی شادی محمدی بیگم سے ہوئی۔ ۱۸۹۸ء میں انہوں نے مخالفتوں کے باوجود اپنی بیوی کی زیر ادارت رسالہ "تہذیب نسواں" جاری کیا۔ کیونکہ اس زمانے میں ایک خاتون کا مدیر ہونا معاشرے میں قدر کی نگاہ سے

نہیں دیکھا جاتا تھا۔ بعدازاں محمدی بیگم نے ماؤں کے ایک رسالہ ''مشیر مادر'' بھی جاری کیا۔

اس طرح ان دونوں روشن خیال رہنماؤں نے نوآبادیاتی ہندوستان میں جہاں خواتین کی تعلیم اور حقوق کو شجر ممنوعہ کی حیثیت حاصل تھی، خواتین کی تعلیم اور حقوق کے حوالے سے اپنے نظریات اسلامی دلائل کے ساتھ پیش کیے۔ خواتین کی تعلیم وتربیت کے سکول وکالج اور دیگر رفاہی وسماجی ادارے کھولے۔ خواتین کے رسائل جاری کیے۔ ان دونوں شخصیات کی جدوجہد اور نظریات سے ہندوستان میں تانیثی ڈسکورس کی بنیاد پڑی۔ ان دونوں شخصیات کی خدمات کے اعتراف میں سید ممتاز علی کو ''شمس العلما'' اور شیخ عبداللہ کو ''پدما شری'' ایوارڈ سے نوازا گیا۔

## حوالہ جات


۱۔ عبدالمجید سالک، یارانِ کہن، (لاہور: چٹان مطبوعات، س۔ن)، ص ۶۰۔۶۱

۲۔ مولوی ممتاز علی، حقوق نسواں، (لاہور: رفاہ عام دارالاشاعت، ۱۹۹۸ء)، ص ۸

۳۔ ایضاً، ص ۱۱ ۴۔ ایضاً، ص ۹۱

۵۔ شیخ محمد عبداللہ، اسلام میں عورت کا درجہ، (علی گڑھ: خدمت پریس، س ن)، ص ۷

۶۔ ایضاً، ص ۱۳ ۷۔ ایضاً، ص ۱۸ ۸۔ ایضاً، ص ۳۔۴

۹۔ محمدی بیگم ۱۸۷۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد سید احمد شفیع ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ محمدی بیگم نے عربی، فارسی اور دینی تعلیم حاصل کی۔ دسمبر ۱۸۹۷ء میں مولوی ممتاز علی سے شادی ہوئی۔ جولائی ۱۸۹۸ء میں رسالہ ''تہذیب نسواں'' کی ادارت سنبھالی۔ ان کی تصانیف میں ''خانہ داری''، ''آدابِ ملاقات''، ''نعمت خانہ''، ''رفیق عروس''، ''خواب راحت''، ''شریف بیٹی''، ''امتیاز پچیسی''، ''تاج گیت'' سمیت بیسیوں کتب شامل ہیں۔ انہوں نے نومبر ۱۹۰۸ء میں شملہ میں وفات پائی۔

۱۰۔ سید امتیاز علی تاج ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید ممتاز علی اور والدہ سیدہ محمدی بیگم ہیں۔ انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجویشن کی اور والد صاحب کے کے ادارہ دارالاشاعت سے وابستہ ہو گئے۔ معروف رسالہ ''تہذیب نسواں'' کے مدیر رہے۔ ایک رسالہ ''کہکشاں'' ۱۹۱۸ء میں جاری کیا۔ مجلس ترقی ادب لاہور کے ناظم رہے۔ معروف ڈرامہ ''انارکلی'' سمیت بیسیوں کتابوں کے مصنف اور مرتب ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

۱۱۔ ممتاز گوہر، منتخبات تہذیب نسواں (، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)، ص ۸

۱۲۔ شیخ محمد عبداللہ، مشاہدات و تاثرات، (علی گڑھ: فی میل ایجوکیشن ایسوسی ایشن، ۱۹۶۹ء)، ص ۲۱۵

۱۳۔ رسالہ خاتون، (علی گڑھ، اگست ۱۹۱۱ء)، شمارہ نمبر ۷، ص ۱

۱۴۔ میری اولاد، مشمولہ: مشاہدات و تاثرات، از: شیخ محمد عبداللہ، ص ۴۸۷۔۴۸۸

۱۵۔ بحوالہ: رسالہ تہذیب نسواں، ۶/ جولائی ۱۹۳۵ء، ص ۱۸